احسان الٰہی ظہیر

قسط نمبر۲

سفرِ حجاز

مشاہدات و تاثرات

تیس جنوری ہفتے کے دن کا سورج تھکا ہارا ساحل جدہ سے دور کہیں سمندر والی میں تکان اتارنے اور غسل کرنے چلا گیا اور ہم شام کے جھٹ پٹے میں احرام کی چادریں درست کر کے سوئے بیت الحرام روانگی کا قصد کرنے لگے۔ فضا میں ہلکی ہلکی خنکی اور سمندر کی بو باس رچی بسی تھی اور نظریں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بابا ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بنائے ہوئے شہر کے راستوں پہ لگی ہوئی تھیں، ادھر گاڑی چلی ادھر دل نے دوڑنا شروع کر دیا جذبات میں تلاطم، شوق بلاخیز، تصورات گہر بیز اور خیالات عطر بیز شہر کے حدود سے نکل کر گاڑی اس خوبصورت چوڑی چکلی سڑک پر پھسلنے لگی جو جدہ کو بلد امین سے ملاتی ہے یہ شاہراہ دوہری بنی ہوئی ہے اور جدہ سے تقریباً بیس کلومیٹر کی دوری تک اس کے وسط میں سایہ دار درخت لگائے گئے ہیں نیز کناروں پر بھی خوش رنگ اور خوبصورت پودے اگائے اور سجائے گئے ہیں۔ یہ سڑک اس قدر صاف اور شفاف ہے کہ پاکستان کی شاید ہی کوئی شاہراہ اس کا مقابلہ کر سکے اور پھر اس پر ٹریفک کی وہ بھیڑ اور بھرمار ہوتی ہے کہ حساب و شمار نہیں۔ ایک ہمارے ہاں کی سڑکیں ہیں کہ ادھر بنتی ہیں اور ادھر ادھڑ جاتی ہیں اور اسی ادھیڑ بن میں مسافر بھی ادھڑتے بنتے رہتے ہیں۔ جدہ سے پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر پہلی چیک پوسٹ واقع ہے جہاں اس بات کی تفتیش ہوتی ہے کہ کوئی شخص بغیر پاسپورٹ یا اس اجازت نامہ کے بغیر تو سفر نہیں کر رہا جسے عربی میں تنازل (پروانہ راہداری) کہا جاتا ہے۔ اصل میں سعودی حکومت ایام حج کے بے پناہ اضافی اخراجات

کی بنا پر تمام غیر ملکی حجاج پر راہداری ٹیکس لگا دیتی ہے جس سے صرف سرکاری مہمان یا نامور غیر ملکی شخصیات ہی مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ سرکاری طور پر اسی راہداری ٹیکس میں بس کا کرایہ بھی شامل ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کمپنی کی بس کی بجائے ٹیکسی یا کار پر سفر کرنا چاہے تو اسے اجازت ہوتی ہے لیکن تنازل سے اس کا کرایہ وضع نہیں کیا جاتا۔

جب ہم اس تفتیشی چوکی پر پہنچے تو گاڑی پر رابطہ کی پلیٹ دیکھتے ہی چیکنگ آفیسر نے ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ کچھ ہی دوری پر ایک بستی آئی جس میں سعودی جیش ابیض کے لوگ آباد ہیں۔ اس بستی کے کچھ ورے سڑک کے دونوں کناروں پر پانچ سات عربی قہوہ خانے اور دو پٹرول پمپ واقع ہیں۔ یہاں تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے تک سڑک کے بیچ چھوٹے چھوٹے پودے اور ان کے اوپر رنگ برنگی ٹیوب لائٹوں کے دائرے بنا کر باغ دراغ کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں کے قہوہ خانوں میں دور دراز سے بری راستوں کے ذریعے آنے والے وہ مسافر کچھ دیر کے لیے سستا لیتے ہیں جو جدہ کی بھیڑ بھاڑ کی بنا پر وہاں پڑاؤ ڈالنا مناسب خیال نہیں کرتے۔

عربی قہوہ خانے اپنے اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتے اور سیاحوں اور مسافروں کے لیے جاذب توجہ اور قابلِ دید ہوتے ہیں۔ ان قہوہ خانوں میں اونچی اونچی چارپائیاں بچھی ہوتی ہیں، جن کی اونچائی تین فٹ سے چار فٹ تک ہوتی ہے اور پشت سے ٹیک لگانے کے لیے لکڑی کے تختے لگا دیے جاتے ہیں۔ سامنے چارپائی کے تناسب سے ایک مختصر سی میز (اسے میزی کہنا چاہیے) جس کے درمیان میں صراحی ڈالنے کے لیے ایک بڑا سوراخ بنایا جاتا ہے۔ رکھ دی جاتی ہے۔ قہوجی (یعنی وہ لڑکا جو خدمت پر مامور ہوتا ہے) گاہک کے کرسی (اسی چارپائی کو عربی میں کرسی کہتے ہیں) پر بیٹھتے ہی پانی سے بھرا ہوا شربہ (صراحی) اٹھا لاتا ہے اور اسے میز کے اس سوراخ میں ٹکا کر چلا جاتا ہے۔ گاہک کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے طلب کر لیتا ہے عموماً ان قہوہ خانوں میں چائے یا گرم موسم میں "پیپسی کولا" جو سعودی عرب کا سب سے پسندیدہ مشروب ہے، کے علاوہ اور کوئی چیز دستیاب نہیں ہوتی۔ صرف جدہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں یا حرمین سے ریاض کی راہ میں ایسے

قہوہ خانے ملتے ہیں جہاں صبح کے وقت سعودی عرب کی فول (دال) اور بقیہ اوقات میں مچھلی اور کھانے پینے کی دوسری خشک اشیاء ڈبوں میں بند مل جاتی ہیں خصوصاً جدہ سے مدینہ جاتے ہوئے رابغ اور مسطورہ کی بستیوں میں جو کنارِ سمندر واقع ہیں۔ ہمہ وقت تازہ بتازہ مچھلی تیل کے بڑے بڑے کڑاہوں میں تلی جاتی رہتی ہے۔

جدہ سے مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک آدھ بستی اور آتی ہے باقی سارا راستہ ریت اور کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے علاوہ اور کوئی چیز دیکھنے کو نہیں آتی۔ مکہ مکرمہ سے تقریباً سترہ کلومیٹر ادھر سے حرم کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں سڑک کے دونوں طرف بڑی بڑی برجیاں بنی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں سے حدودِ حرم شروع ہوگئے ہیں، اس مقام سے آگے کسی غیر مسلم کو جانے کی اجازت نہیں۔ اس سے کچھ آگے بڑھ کر پھر ایک بہت بڑا تفتیشی مرکز ہے جہاں باقاعدہ پاسپورٹ پر مہر لگتی اور گہری چھان بین ہوتی ہے۔ اسی جگہ مدینۃ الحجاج (حاجی کیمپ) بھی بنایا گیا ہے جس میں عموماً ترکی اور شام اور اردن سے بسوں پر آنے والے مسافر پڑاؤ کرتے ہیں۔ اس مقام پر بھی ہمیں روکے بغیر آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی۔ چند قدم کے فاصلہ سے شہرِ مقدس کی آبادی شروع ہو جاتی ہے کہ اب وادیٔ غیر ذی زرع (بے آب و گیاہ میدان) دس دس بارہ بارہ کیلومیٹر کی دوری تک پھیل چکی ہے۔ یہاں سے پھر سڑک کے درمیان دو طرفہ خوبصورت جنگلے لگا کر درمیان میں سایہ دار اور پھول دار درختوں اور پودوں سے بلدۂ طیبہ کی قدرتی خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیا گیا ہے یہاں سڑک کے بالکل وسط میں ایک لمبے چوڑے سفید پتھر پر انتہائی حسین و جمیل خط میں آیت کریمہ کے اس ٹکڑے کو لکھا گیا ہے۔

بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ[۱]   پاکیزہ بستی اور مغفرت فرمانے والا رب

واہ! اس بستی کی پاکیزگی و طہارت کا کیا کہنا جس کی تعریف و توصیف کلام مجید میں خود رب العالمین نے فرمائی ہو۔

جب ہم ام القریٰ میں داخل ہوئے تو رات نے پوری کائنات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

---

[۱] سورہ سبا آیت نمبر ۱۵

تھا ـــــــــ اور ہمارے آگے اور پیچھے حدِ نگاہ تک کاروں ٹیکسیوں اور بسوں کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار لگی ہوئی تھی۔ حج میں صرف پانچ دن باقی تھے اس لیے قافلوں پہ قافلے منزلِ شوق کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے زبانوں پہ نعرہ ہائے تلبیہ و تکبیر تھے۔ ہر طرف ذکرِ الٰہی کی بھینی بھینی خوشبو مہکی ہوئی تھی۔ رات کی ہوائے جاں فزا بیت الحرام کی لمس اپنے جلو میں لیے مشامِ جان کو معطر کر رہی تھی۔ آسمان پر ستارے چشمک کر رہے اور ملائکہ رحمت رہروانِ عشق کو جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ سرزمین کعبہ اپنی آغوش کو وا کیے ہر فجِ عمیق[1] سے آنے منافع حج کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے چشم براہ تھی۔ میں نے بھیگی آنکھوں سے فضائے کائنات کو دیکھا۔ ہر چیز بدلی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ زمین اور آسماں اور رنگ و بوئے دیگر نہ جانے میرے آنسوؤں نے ان کا رنگ و روپ بدل دیا تھا یا ویسے ہی یہاں کے زمین و آسمان بدلے ہوئے تھے۔

گاڑی کی رفتار خاصی کم ہو گئی اور وہ دھیمے دھیمے بلدِ محترم کی طرف بڑھنے لگی۔ آنسوؤں کی رفتار تیز ہو گئی اور نہ جانے کب ان مقدس شاہراہوں کو طے کرتے ہوئے وہ مسجد حرام کے سامنے باب السعود کے مقابل کھڑی تھی، آنسوؤں کی چلمن کو ہٹا کے دیکھا تو مسجد الحرام کے سپید سپید دل آویز اونچے اونچے مینار دودھیا روشنی میں نہائے مسکرائے کھڑے تھے اور باب السعود کی اوٹ سے بیتِ رب کی تابانیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں و فورِ شوق نے ہوش پر غلبہ پالیا اور ڈرائیور سے بغیر کچھ کہے تیزی سے سوئے کعبہ لپکے۔ لبیک کا ترانہ دہلیزِ قبلہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ حرم مبارک میں قدم رکھا۔ بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ اللھم افتح لی ابواب رحمتک سیڑھیوں سے نیچے اترے

---

[1] قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے جس میں رب کریم نے اپنے خلیل کو اعلانِ حج کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ آپ کی آواز پہ لبیک کہتے لوگ ہر دور دراز کی گھاٹیوں سے پکے چلے آئیں گے۔ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ سورہ حج آیت ۲۷

کہ البیت العتیق تک پہنچنے کے لیے ابتدائی میں اترنا پڑتا ہے۔ آنکھیں جھکی ہوئیں۔ دل دھڑکتے ہوئے اور لبوں پر نغمۂ توحید، حرم جدید سے گزر کر حرم قدیم تک پہنچے تو بے ساختہ نگاہ اوپر اٹھ گئی خدائے واحد کی سب سے قدیم عبادت گاہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا تعمیر کردہ گھر سامنے اپنے پورے جلال اور پورے شکوہ سے استادہ تھا۔ بے اختیار لبوں پہ یہ آگیا

اللھم زد بیتک ھذا تعظیما و تشریفاً و مھابۃ وزد من زارہ تعظیما و تشریفا و مھابۃ

اے اللہ! اس گھر کی عظمت اس کے شرف اور اس کے جلال کو اور زیادہ کر اور جس نے اس کی زیارت کی اسے بھی عظمت و شرف و جلال عطا فرما

اور پھر وارفتگی اور بے خودی اس طرح چھائے چلی گئی کہ کسی چیز کی خبر نہ رہی۔ ساتھی بچھڑ گئے۔ گروہِ عشاق اور انبوہِ دیوانگاں کا وہ عالم تھا کہ اللہ اللہ، طواف کی ابتدا، حجر اسود کو چومنے، چھونے یا اس کی طرف اشارہ کرنے سے ہوتی ہے اور اس ہجوم میں حجر اسود تک رسائی ناممکنات میں سے تھی۔ بلا مبالغہ ہزارہا دیوانے مستی و کیف میں ڈوبے پروانہ وار گھوم رہے اور جھوم رہے تھے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ حالت عمرہ میں پہلے تین چکر کچھ اکڑتے ہوئے اور کچھ دوڑتے ہوئے لگائے جائیں لیکن یہاں مطاف میں چلنا دوبھر تھا بہر حال اقتدار سنت مصطفوی میں داہنے مونڈھے ننگے کر لیے ـــــ اور مقدور بھر تیز تر قدم اٹھانے کی کوشش کی جانے سات چکروں میں کتنی دیر لگی۔ انہیں پورا کیا تو مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل ادا کیے کہ طواف ان سے مکمل ہوتا ہے اور پھر جو ملتزم سے چمٹے تو ماں کی گود سے زیادہ ٹھنڈک، پیار اور کشادگی کا احساس ہوا اور جی چاہا کہ چمٹے ہی رہیں اور پھر ایک ریلا آیا اور بہا کے لے گیا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی ملتزم سے بیس قدم آگے نکل گیا۔ دوبارہ لوٹا، ابھی طبیعت سیر نہ ہوئی تھی کہ ہجوم کی کثرت نے پھر ایک بار قدم ہلا دیے۔ وہاں سے ہٹ کر زمزم پہ پہنچ کے سیر ہو کر آب زمزم پیا اور کعبہ رخ ہو کے التجا کی:۔

اللھم اسالک علما نافعا ورزقا واسعا و شفاء من کل داء

اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم، فراخ روزی اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

یہیں دونوں ساتھی بھی آملے اور پھر ہم نے سعی کے لیے اکٹھے ہی صفا و مروہ کا رخ کیا کہ ہاجرہ نے اسماعیل کے لیے پانی کی تلاش میں اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کیے تھے۔ کسی زمانے میں صفا اور مروہ اور ان کا درمیانی حصہ مسجد حرام کے حدود سے باہر تھا۔ لیکن جب سعودی حکومت نے مسجد الحرام کی تعمیرِ نو کی تو حجاج کعبہ کی کثرت کی وجہ سے اسے بھی شاملِ مسجد کر دیا۔ پچھلی مرتبہ جب کہ ۱۹۶۷ء میں آخری مرتبہ حرم پاک میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو تب تک صفا و مروہ پہ چھت تو پڑ چکے تھے لیکن درمیانی مسافت پر فرش نہیں تھے صرف اونچے نیچے ناہموار پتھروں کو ہموار کر دیا گیا تھا اور بس۔ اب کی مرتبہ دیکھا کہ اس پر خوبصورت سنگِ ابیض کا فرش بھی ہو چکا ہے اور درمیان میں جنگلہ لگا کر آنے جانے کے راستوں کو الگ کر دیا گیا ہے تاکہ بھیڑ میں آتے جاتے ہوئے باہم ٹکراؤ نہ ہو۔ اسی طرح ایک اور اچھا اقدام یہ کیا گیا کہ جنگلے کے دونوں اطراف میں ایک ایک اور جنگلہ لگا کر تقریباً تین فٹ راستہ ان ریڑھیوں کے گزرنے کے لیے الگ کر دیا گیا ہے جن پر کمزور اور معذور سوار ہو کر سعی کرتے ہیں۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے عام حالات میں جوان آدمی کو تقریباً پون گھنٹہ لگتا ہے لیکن ازدحام کی وجہ سے گھنٹے سوا گھنٹے سے کم میں سعی مکمل نہیں ہو سکتی۔ طواف اور سعی کی تکمیل کا معنی ہوتا ہے کہ عمرہ کے ارکان ختم ہو گئے۔ اس کے بعد سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے جاتے ہیں۔ ہم نے حرم کے سامنے ہی ایک دوکان سے حجامت بنوائی اور معلوم ہوا کہ اس نے نہ صرف سر کی بلکہ اپنی بھی حجامت کر دی ہے۔ جب کہ اس نے سر منڈائی پانچ پانچ ریال یعنی تقریباً تیرہ تیرہ روپے فی کس طلب کیے۔ وہاں سے فراغت ہوئی تو گاڑی یاد آئی ——— باب سعود پہ واپس آئے تو ڈرائیور کو منتظر پایا۔ وہ مردِ شریف انتظار میں ادھ موا ہو چکا تھا۔ اس سے معذرت کی اور تھوڑی دیر کا رخصت لے کر دوبارہ حرم میں داخل ہو گئے کہ ابھی طبیعت بھری نہیں تھی ——— سب سے پہلے نماز عشاء کہ ابھی تک ادا نہیں کی تھی۔ ادا کی اور پھر دوبارہ مطاف میں چلے گئے یہاں بار بار اقبال کی رباعی کا یہ شعر یاد آ رہا تھا۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

رات کافی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ حرم کعبہ کا منظر ویسے ہی بڑا دل کش ہوتا ہے اور رات کے وقت تو اس کی دل آویزی اور دل ربائی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ چاروں طرف ٹیوب لائیٹس اور بجلی کے قمقمے جگ مگ جگ مگ کرتے ہیں۔ درمیان میں بیت اللہ اپنی عظمت وہیبت کے ساتھ مرچ لائٹوں کی روشنیوں میں نہائے عجیب روح پرور اور ایمان افروز نظارے پیش کرتا ہے۔ کتنی ہی دیر تک ہم اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے اور پھر اچانک مجھے ماضی کی ایک یاد آئی کہ آج سے چھ برس پیشتر رات کے پچھلے پہر حجرِ اسود کے عین مقابل اور چاہ زمزم کے پڑوس میں اپنی اہلیہ کے ساتھ دیر تک بیٹھا اپنے رب سے مناجاتیں کرتا رہا تھا اور اس خیال کے آتے ہی میں اسی مقام پر پہنچا اور دیر تک اُس کی صحت سلامتی اور مسرت کی دعا مانگتا رہا اور پھر مجھے اس سے بھی ایک سال پرانی وہ رات بھی یاد آگئی کہ جب کہ مدینہ یونیورسٹی میں ایک دن اچانک کلاس سے نکلتے ہوئے مجھے دردِ گردہ کی شکایت ہوئی اور دوست احباب جلدی سے اٹھا کر یونیورسٹی ہسپتال کی طرف لے گئے۔ وہاں سے ڈاکٹر کی ہدایت پر شہر کے بڑے مستشفیٰ (کہ عربی میں ہسپتال کو مستشفیٰ کہتے ہیں) مستشفیٰ الملک لے گئے۔ وہاں انجکشن وغیرہ دیئے گئے اور ایکسرے رپورٹ سے پتہ چلا کہ گردے میں پتھری بن گئی ہے۔ خدا کی قدرت کہ ان دنوں ہسپتال کے بڑے سرجن اور ڈاکٹر چھٹی پر تھے۔ آٹھ دن تک میں ہسپتال میں ایڑیاں رگڑتا رہا۔ آخر نویں دن فیصلہ ہوا کہ پتھری کا اپریشن کر دیا جائے۔ اپریشن کا نام سنتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے اور اس وجہ سے بھی کہ بغیر اپریشن ہی یہ ٹیکوں کی لمبی لمبی سوئیوں سے مارے دیتے ہیں اور اگر اپریشن ہوا تو خدا جانے کیا ہو۔

عصر کے بعد میں نڈھال پڑا ہوا تھا کہ حسب معمول یونیورسٹی کے دوست آگئے۔ دیر تک پرسشِ احوال ہوتی رہی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ صبح اپریشن کی ٹھانی گئی ہے تو سب نے مخالفت کی اور ان میں سے چند مدیر مستشفیٰ کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ اگر اپریشن ضروری ہے تو مریض کو پاکستان بھیج دیا جائے۔ مدیر نے کہا کہ اصل عالمِ نقاہت میں سفر

مناسب نہیں ۔ دوست بڑے گھبرائے اور آپریشن ہی کو ملتوی کرنے کی سفارش کی ۔ مدیر نے چارٹ دیکھنے کے بعد التوائے جراحت سے بھی انکار کر دیا اور میں نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر بھانپ لیا کہ حال اچھا نہیں اور پھر عین اسی وقت ایک خیال بجلی کی طرح کوندا ۔ میں نے ایک ساتھی صلاح الدین کو کہا ۔ دوست تم جاؤ اور مکہ مکرمہ کے لیے ٹیکسی لے آؤ ۔ تم اور ایک اور ساتھی میرے ساتھ چلو گے ۔

لیکن اس عالم میں سفر کیسے ہو گا ؟

جیسے بھی ہو میں نے پر عزم لہجے میں جواب دیا ۔

لیکن ہسپتال سے رخصت ؟ یاد رہے کہ سعودی ہسپتالوں میں تمام علاج قطعی طور پر مفت ہوتا ہے ۔ اس لیے مریض پر کچھ پابندیاں بھی نسبتاً زیادہ ہیں ۔

میں نے کہا کہ بغیر اجازت چلیں گے اور اگر زندگی رہی تو جو بھی ہو گا نبٹ لیا جائے گا ۔

چنانچہ ہسپتال کے ایک پہلو سے دیوار پھاند کر مجھے نکالا گیا اور ٹیکسی مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گئی اور جب رات گئے حرم کعبہ کے سامنے رکی تو شدتِ نقاہت ـــ سے میرے ہوش حواس تک گم تھے ۔ دونوں ساتھیوں نے سہارا دے کر نیچے اتارا ، باہر ہی وضو کیا اور دونوں دوست، مقام کر باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہوئے ۔ اسی عالم میں طواف کیا اور ملتزم سے جو چمٹا تو دل کھول کر کہہ دیا ۔ الٰہی ! موت ہی آئی ہے تو تیرے در پر کیوں نہ آئے ۔ پردیسی مسافر اور بیمار، وطن سے دور ۔ گھر والوں سے دور ۔ مولیٰ تیرے سوا تو کوئی پرسان حال بھی نہیں اور مجھے اب تک یاد ہے کہ ابھی میں ـ ملتزم سے نہ ہٹا تھا کہ پیاس اور نقاہت نے بے حال کر دیا ۔ ساتھیوں نے مجھے ہٹانا چاہا لیکن میں نے انکار کرتے ہوئے وہیں پانی مانگا ۔ وہ جلدی سے بھاگے زمزم کا شربہ (صراحی) بھر لائے اتنی دیر میں میں گر چکا تھا ۔ انہوں نے مجھے سہارا دیکر پانی پلایا ۔ کچھ ہوش درست ہوئے ـ تو پیشاب کی خواہش ہوئی ، جلدی سے حرم کے باہر آئے ۔ طہارت گاہ میں پہنچ کر پیشاب جو کیا تو آدھ انچ سے لمبی اور دو سوتر سے موٹی پتھری نکل کر باہر آ پڑی ۔ اور ساتھ ہی محسوس ہوا کہ مرض کبھی پاس پھٹکا ہی نہیں اور جب میں غسل خانے سے باہر نکلا تو ساتھی میری

رنگت اور حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

میں نے انہیں بتلایا۔ رب کعبہ نے کعبہ میں مانگی ہوئی اپنے بندے کی فریاد سن لی۔ اور پھر سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے تک رب کعبہ کا شکر یہ ادا کرتا رہا اور جب مدینہ طیبہ واپسی ہوئی اور ہسپتال کے وارڈ پہنچے اور مدیر مستشفی کے سامنے پیش ہوا تو وہ دنگ رہ گیا کہ بیماری کہاں گئی، اور جب میں نے اسے ماجرا سنایا تو وہ مسکرا کر رہ گیا۔

اور اس رات وہ رات بھی یاد آرہی تھی اور آور کئی راتیں۔ وہ رات بھی جب سابق شاہ سعود ۱۳۶۴ھ میں رمضان کی چھبیسویں شب حرم کعبہ میں آئے۔ میں ان دنوں مسجد الحرام میں معتکف تھا۔ حرمین میں رمضان کی راتوں میں نماز تہجد باجماعت بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس رات قاری سورۂ ہود کی تلاوت کر رہا تھا۔ میں پہلی صف میں امام کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔ قاری نے جب دو رکعت کے بعد سلام پھیرا، تو پچھلی صفوں میں کچھ حرکت ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا شاہ سعود نماز تہجد کے لیے آئے ہیں۔ امام نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور امامت کی درخواست کی۔ شاہ نے پوچھا کہ کون سی سورت پڑھی گئی۔ امام نے بتلایا اگلی سورت سورۂ یوسف تھی۔ شاہ آگے بڑھے۔ مصلیٰ پر کھڑے ہوئے اور سورۂ یوسف کی تلاوت شروع کی۔ ان ہی دنوں بھائیوں میں کچھ باہمی تنازعات تھے اور شاہ کچھ شکستہ دل تھے اور پھر عین انہی ایام اور انہی حالات میں صحن کعبہ، رات کا پچھلا پہر، شاہ کی ذات عرب کا لہجہ، سوز دروں اور سورۂ یوسف کے کلمات اور جب بات برادران یوسف تک پہنچی تو شاہ کی ہچکی بندھ گئی اور مقتدیوں کے ضبط کے بند ٹوٹ گئے۔ فضا میں ہر طرف سسکیاں اور ہچکیاں گونجنے لگیں۔

بہر حال دیر تک مناظر و منافع حرم سے لطف اندوز اور بہرہ در ہوتے رہے واپس آئے تو رات کافی بیت چکی تھی اور ڈرائیور ہمارا انتظار کرتے کرتے تھک کر سو چکا تھا۔ اسے جگایا اور واپس جدہ روانہ ہوئے۔ جاتے ہی پہلے احرام کھولا غسل کیا اور نماز فجر ادا کر کے سو گئے۔ کافی دن چڑھے آنکھ کھلی تو جدہ میں رابطہ کے آفس سے ٹیلیفونی

پر رابطہ قائم کیا۔ آفس سکرٹری نے اپنے آفس آنے کی دعوت دی اور ہم وہاں پہنچے تو ایک خوش پوشش ادھیڑ عمر کے مہذب آدمی نے ایک سجی سجائی کوٹھی کے دروازے پر ہمیں خوش آمدید کہا اور اپنے کمرے میں لے گئے۔ مجھ سے عربی زبان سن کر ابتدائی طور پر کچھ تعجب کا اظہار کیا۔ لیکن جب میں نے انہیں اپنی عربی تالیف "القادیانیۃ" پیش کی اور مدینہ یونیورسٹی میں طالب علمی کا قصہ بیان کیا تو ان کا استعجاب ختم ہوا۔ باہمی گفتگو کے بعد انہوں نے تبلایا کہ امسال حجاج کی کثرت اور ایام حج کے انتہائی قریب آجانے کی بنا پر مکہ مکرمہ کے کسی ہوٹل میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اس لیے آپ دو تین دن یہیں جدہ میں قیام کریں اور اگر چاہیں تو روزانہ مکہ مکرمہ چلے جایا کریں اور رات کو واپس آجایا کریں اور پھر تو ایام حج آجائیں گے اور اس کے بعد جگہ ملنی کچھ دشوار نہ ہوگی۔ میں نے انہیں تبلایا کہ ہوٹل ہمارے لیے کوئی اتنی زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ مکہ مکرمہ میں اگر ہوٹل میں انتظام نہیں ہو سکتا نہ ہو کسی اور جگہ ہی چند دن گزارنے کا بندوبست کر دیں تاکہ اس قربت میں دوری نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے حرم کعبہ کے پڑوس میں ایک فلیٹ کا انتظام کر رکھا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہاں آپ کی رہائش اور کھانے پینے کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ ہم نے اس پر صاد کیا۔ انہوں نے وہاں ٹیلیفون کر دیا اور ہم اسی دن اکتیس جنوری کو عصر کے بعد دوبارہ مکہ مکرمہ روانہ ہونے کے لیے تیاری کرنے لگے۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم

اخلاقی اقدار کو سائنس کے ساتھ ملحق کر سکیں لیکن پھر بھی ہم اس کام میں مجرمانہ تغافل برت رہے ہیں"

اس غرض کے پیش نظر آپ نے آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس کی بنیاد رکھی لیکن ابھی ٹھوس کام شروع ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ وہ اس عالم میں رخصت ہوئے کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں۔

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا۔